اسلامی بینکاری میں مرابحہ مؤجلہ کا استعمال: شرعی قواعد کی روشنی میں تنقیدی مطالعہ

محمد عاطف اسلم راؤ*

محمد عمر رفیق**

Abstract

One of the fundamental differences between Islamic and the traditional banking is that the foundation of Islamic banking is based on the Islamic modes of business transactions while the traditional banking contracts make some sort of creditor and debtor arrangement between the contracting parties. Also, all the Islamic commercial contracts are based on the principles of equity, fairness, transparency, and justice. Therefore, the institutions offering Islamic financial products and services are supposed to comply with the true spirit of such contracts in form and substance. However, according to a group of prominent *Sharī'ah* scholars, some of the adopted business transactions modes in the prevailing Islamic banking system are somehow less Sharī'ah compliant. Practicing Murabaha Mu'ajjalah, in Islamic banking, is one of such kinds of financial modes that heavily criticized by the Sharī'ah scholar. By adopting an archival research approach and analyzing the accessible established critical literature concerning Murabaha Mu'ajjalah the paper make a detailed appraisal. The paper concluded that the adapted arrangement of Murabaha Mu'ajjalah in the contemporary Islamic banks is Sharī'ah compliant in form but not in substance. It is also concluded that in order to protect the religious stance and ideological commitments of both the existing and potential customers, Islamic banks must need to comply with the true spirit, form, and substance of all the adopted Islamic financial modes.

Keywords: Classical Murabaha, Islamic Financial Contracts, Murabaha *Mu'ajjalah*, *Sharī'ah* Scholars.

تعارف:

جدید اسلامی بینکاری کی دنیا میں مرابحہ کا استعمال صنعت کاروں اور دیگر کسٹمرز کو قرضہ کی فراہمی کے کیا جاتا ہے۔ جس میں سے اصل قرضہ کسی بھی مال کی لاگت کے مقابلے میں آجاتا ہے اور سودی بینک جو قرضہ پر نفع لیتے ہیں، اسلامی بینکوں میں یہی مرابحہ کے نفع کے طور پر وصول کیا جاتا ہے۔

* ریسرچ ایسوسی ایٹ، اکیڈمی آف اسلامک اسٹڈیز، یونیورسٹی آف ملایا، ملائشیا۔

**ڈکٹورل کینڈیڈیٹ، اکیڈمی آف اسلامک اسٹڈیز، یونیورسٹی آف ملایا، ملائشیا۔

مرابحہ ایک ایسا عقد ہے کہ جس میں بائع کے ذمہ لازم ہے کہ وہ اپنی لاگت کا اظہار خریدار کے سامنے امانت کے ساتھ کرے۔یعنی اس میں کسی چیز کی قیمت میں موجود اس کی لاگت اور نفع کا اظہار کیا جاتا ہے۔

مذکورہ طریقہ پر بعض پاکستانی علماء کو شدید اعتراضات ہیں جو کہ ان کی جانب سے مختلف فورمز پر پیش بھی کیے جاتے رہے ہیں اور اسلامی بینکاری کے مجوزین کی جانب سے اس کے لیے وضاحتیں بھی پیش کی گئی ہیں کہ کن مجبوریوں کی وجہ سے ان مختلف فیہ صورتوں کو اختیار کیا گیا ہے۔

چناں چہ اس مقالہ میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ مرابحہ کے بنیادی فقہی تصور کی وضاحت کرتے ہوئے اسلامی بینکوں میں رائج مرابحہ مؤجلہ کا عملی ڈھانچہ بیان کیا جائے اور اس کے ساتھ مرابحہ مؤجلہ کے حوالے سے چند اہم فقہی پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالی جائے تاکہ مرابحہ کے اسلامی تصور اور اسلامی بینکوں میں اس کی عملی تعبیر میں موجود اشتراک وافتراق نمایاں ہو جائیں۔ تاہم اس مقالہ کا بنیادی مقصد ان سوالات کا جوابات دینا ہے:

مرابحہ مؤجلہ کو سودی قرضوں کے متبادل کے طور پر کیسے استعمال کیا جاتا ہے؟

کیا یہ مثالی اسلامی تمویلی طریقہ ہے؟

اس متبادل اور سودی قرضہ میں کس درجہ مشابہت ہے؟

یہ مشابہت اس نئے طریقہ کار کی فقہی حیثیت پر کس طرح اثر انداز ہوتی ہے؟

یہ مشابہت اس نئے طریقہ کار کی فقہی حیثیت پر کس طرح اثر انداز ہوتی ہے؟

مرابحہ کی حد تک اسلامی بینکاری کے ایک درست متبادل نظام ہونے کے دعوے کو پرکھنے کے لیے مندرجہ بالا سوالات نہایت اہمیت کے حامل ہیں۔لہٰذا زیر نظر مقالہ میں ان کے جوابات تلاش کرنے کی کوشش کی جائے گی اور اس سلسلے میں اسلامی بینکاری کے مجوّزین اور مانعین حضرات دونوں ہی کے نظریات سے استفادہ کیا جائے گا، تاکہ اس تحقیقی تجزیہ میں جانبداری کا عنصر شامل نہ ہو۔

موضوع پر سابقہ کام کا جائزہ:

مرابحہ کا مذکورہ تمویلی طریقہ گزشتہ دو دہائیوں سے اسلامی بینکاری میں رائج ہے، لہٰذا اس موضوع پر کئی انداز سے کام ہوتا رہا ہے، اس سلسلے میں عالمی سطح پر کچھ مقالات وہ ہیں جو اس کی عملی صورتحال اور بینکاری میں اس کے استعمال کے اثرات سے متعلق لکھے گئے، مثلاً مصباح الدین، رسلان اور رمزی کا ایک مشترکہ مقالہ جس میں

مرابحہ مؤجلہ کے عقد کے حسابی کھاتوں میں لکھنے کے طریق کار پر عالمی معاییر کا موازنہ کیا گیا[1]۔ نیز اسی طرح چیلحی وغیرہ کا ایک مقالہ ۲۰۱۷ء میں شائع ہوا جس میں مرابحہ میں منافع کی تعیین کے طریق کار پر بحث کی گئی اور کا ئبور کے علاوہ ایک طریقہ کا تعارف کروایا گیا۔[2] اسی طرح سوہار سونو اور کانڈرا نے ایک مقالہ میں مرابحہ کے کسانوں کی معاشی صورتحال کو بہتر بنانے کے لیے ایک تفصیلی طریقہ لکھا۔[3]

لیکن ہمارا موضوع چوں کہ خاص مرابحہ کے شرعی جائزے سے متعلق ہے، لہٰذا خاص اس موضوع سے متعلق لکھے جانے والے مقالات میں سے ایک نہایت اہم مقالہ السید کا ہے جس میں انہوں نے کموڈٹی مرابحہ کے اسلامی بینکاری میں غلط استعمال کی نشاندہی کی اور یہ واضح کیا اب سد ذرائع کے اسلامی اصولوں کے تحت اس طریق کار کو بند کرنا چاہیے۔[4] شظحاء عبد الخالق نے اپنے مقالے میں یہ نتیجہ نکالا کہ اگر مرابحہ کی جگہ اسلامی بینکوں میں استصناع کے طریقہ کو رائج کیا جائے تو کئی شرعی مفاسد سے بچا جا سکتا ہے۔[5] مڈیاواتی اور اگستامی نے بھی اپنے مقالے میں مرابحہ کا ایک شرعی جائزہ پیش کیا ہے۔[6] ابو عمر فاروق احمد نے اپنے مقالے میں بالخصوص آسٹریلیا میں اس کے استعمال میں شرعی حدود کا جائزہ لیتے ہوئے یہ کہا کہ ان حدود کا انتہائی سختی سے عمل کروانا لازمی ہے۔[7]

---

[1] Ahmed, M.U., Sabirzyanov, R. and Rosman, R., "A critique on accounting for murabaha contract: A comparative analysis of IFRS and AAOIFI accounting standards", *Journal of Islamic Accounting and Business Research*, (2016) Vol. 7, No. 3, pp. 190-201. https://doi.org/10.1108/JIABR-04-2016-0041

[2] Chelhi, K., M. El Hachloufi, M. Aboulethar, A. Eddaoui, and A. Marzak. "Estimation of Murabaha Margin." *Journal of Applied Finance and Banking*, (2017) Vol.7, No. 5: 49.

[3] Suharsono, Judi and Candra, Sulis, Murabaha in Sharia Added Value, an Effort to Increase Probolinggo Shallot Farmers' Economic Scale and Spirituality (August 10, 2013). Available at SSRN: https://ssrn.com/abstract=2596062 or http://dx.doi.org/10.2139/ssrn.2596062

[4] Al Sayyed, Nidal, "The uses and misuses of commodity murabaha: Islamic Economic Perspective.(2010) ".

[5] Abdul-Khaliq, Shatha. "Comparison study of Murabaha and Istisnaa in Islamic banking in Jordan." Interdisciplinary Journal of Contemporary Research in Business 5, no. 9 (2014): 603-612.

[6] Mediawati, Elis, and Silviana Agustami. "Sharia Compliance on Murabaha Financing." In 2016 Global Conference on Business, Management and Entrepreneurship. Atlantis Press, 2016.

[7] Ahmad, Abu Umar Faruq. "Shariah parameters of Murabaha in Islamic finance: the Australian experience." International Journal of Excellence in Islamic Banking and Finance 182, no. 878 (2012): 1-33.

قاضی عرفان نے اپنے مقالے میں مرابحہ اور سودی قرضے کا تقابل کیا اور نتیجہ یہ نکالا کہ ایک بینکار کے نقطہ نظر سے کوئی فرق نہیں، البتہ معاشی نتائج کے اعتبار سے فروق ہو سکتے ہیں۔[8] محمد عباس، عبد القدوس، ناصر شریف نے خاص کر پاکستان میں اس کے عملی طریق کار پر کام کیا اور خلاصہ یہ نکالا کہ علماء کا اس پر انکار کرنا بے بنیاد نہیں۔[9] راشد احمد نے بھی اپنے مقالے میں اسلامی بینکوں پر ایسا ہی اعتراض کیا ہے۔[10]

الغرض شرعی نقطہ نگاہ سے بھی مرابحہ مؤجلہ کے طریق کار پر کئی مقالہ جات لکھے گئے ہیں، لیکن ان سب میں محض تنقیدی جائزہ کا راستہ اختیار کیا گیا ہے، جب کہ بعض مقامات پر ان تنقیدات کے شافی یا غیر شافی جوابات بھی مرابحہ مؤجلہ کے حامیوں کی جانب سے دیے گئے ہیں۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ناقدین کی آراء کے ساتھ مجوزین علماء کی آراء اور ان کے جوابات کا بھی تحقیقی مقارنہ کیا جائے تاکہ مباحث کا حتمی نتیجہ واضح ہو سکے، جیسا کہ اس مقالے میں کوشش کی گئی ہے۔ البتہ بطور مقدمے کے بیع مرابحہ کا پس منظر اور اس کا عملی طریقہ واضح کیا گیا ہے تاکہ اس کی بنیاد پر مباحث کو پیش کیا جا سکے۔ بیع مرابحہ کا اصل تعلق بیع امانۃ سے ہے، اس لیے ہم اپنی بحث کی ابتداء بیع امانۃ سے کرتے ہیں۔ تاکہ بیع مرابحہ کا اصل پس منظر سامنے رہے۔

بیع امانۃ کی تعریف:

یہ وہ بیع ہے کہ جس میں بائع مبیع پر آنے والی لاگت کی صراحت کرتا ہے کہ یہ چیز مجھے اتنے میں پڑی ہے۔ اس کو (Sale of Trust) کہہ سکتے ہیں۔ اس بیع میں مشتری کو بائع کے دھوکہ دینے سے امن رہتا ہے، اس لیے اس کو بیع امانۃ کہتے ہیں۔

بیع امانۃ کی اقسام:

بیع امانۃ کی تین قسمیں ہیں: جن کی مختصر وضاحت درج ذیل ہے۔

بیع تولیہ کا اصطلاحی مفہوم:

یہ وہ بیع ہے کہ جس میں بائع مبیع کو اس کی لاگت (Cost) پر ہی بیچتا ہے اور اس پر کچھ بھی نفع نہیں لیتا۔

[8] Irfan, Qazi, Murabaha Financing vs. Lending on Interest (July 22, 2008). Available at SSRN: https://ssrn.com/abstract=1803651 or http://dx.doi.org/10.2139/ssrn.1803651
[9] Abbas, Muhammad, A. Q. Sohaib, and N. S. Chaudary. "Is the Current Practice of Murabaha In Pakistan Literally Based on Islam." Al-Adwa 29, no. 42 (2014): 11-20.
[10] Ahmad, Rashid. "A critical analysis of Murabaha transaction in the banking sector of Pakistan".

بيع التولية: هو البيع بمثل الثمن الأول أي برأس المال من غير زيادة ربح، فكأن البائع جعل المشتري يتولى مكانه على المبيع.[11]

"بیع تولیہ یہ ہے کہ پہلی قیمت یعنی راس المال ہی کے بدلے بیچنا بغیر کسی زیادتی کے، گویا کہ اس میں بائع مبیع کے حوالہ سے اپنی جگہ مشتری کو دے دیتا ہے۔(اس لیے اسے بیع تولیہ کہتے ہیں)"

ثبوت:

اس طریقہ سے معاملہ کرنا بھی رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔

روي أن أبا بكر– رضي الله عنه – اشترى بعيرين فقال له النبي – صلى الله عليه وسلم – ولني أحدهما فقال هو لك بغير ثمن فقال أما بغير ثمن فلا.[12]

"روایت کیا گیا ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دو اونٹ خریدے تو آپ ﷺ نے ان سے کہا کہ ان میں سے ایک مجھے بیع تولیہ کے طور پر بیچ دو. انہوں نے فرمایا کہ آپ اس کو مفت ہی لے لیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں بلا قیمت نہیں (بلکہ اس کا عوض لے لو)۔"

بیع وضیعہ کا اصطلاحی مفہوم:

یہ اس بیع کو کہتے ہیں کہ جس میں بائع اپنی چیز کو اپنی لاگت سے بھی کم میں فروخت کرتا ہے۔اس کو (Selling In Loss) بھی کہتے ہیں۔

بیع مرابحہ کا اصطلاحی مفہوم:

اصطلاح میں مرابحہ اس بیع کو کہا جاتا ہے جس میں کہ بائع اپنی مبیع کی قیمت بتائے اور اس میں لیا جانے والے نفع کی بھی صراحت کرے۔

المرابحة نقل ما ملكه بالعقد الأول بالثمن الأول مع زيادة ربح [13]

"مرابحہ یہ ہے کہ پہلے عقد میں حاصل کی ہوئی چیز کو پہلی قیمت پر نفع کا اضافہ کرکے بیچنا۔"

---

[11] أ. د. وَهْبَة بن مصطفى الزُّحَيْلِيّ،**الفِقْهُ الإسلاميُّ وأدلَّتُهُ** ،(دمشق: دار الفكر، سوريَّة،الطبعة الرَّابعة، ١٩٨٥)، ٥: ٣٧٦٦

[12] أبو بكر بن علي الزبيدي ،**الجوهرة النيرة شرح مختصر القدوري،** (بيروت،لبنان: دارالكتب العلميه،١٣٢٢ﻫ)، ٢:٢٨٤

[13] الزبيدي ،**الجوهرة النيرة**، ٢: ٢٨٤

(المرابحة) -- (بيع ما ملكه) من العروض

ولو بهبة أو إرث أو وصية أو غصب، فإنه إذا ثمنه (بما قام عليه وبفضل) مؤنة[14]

"مرابحہ اس کو کہتے ہیں کہ مملوکہ سامان (جو کہ تحفہ یا وراثت یا وصیت یا غصب یا کسی اور طریقہ سے حاصل ہوا ہو، کہ اس کی قیمت پھر یہی ہو گی) کو جس قیمت پر پڑا ہے اس پر (نفع اور خرچہ) کا اضافہ کر کے بیچنا۔"

بیع مرابحہ کی ضرورت:

جیسا کہ گزشتہ بیان سے واضح ہوا کہ بیع مرابحہ عام بیع سے مختلف ہے کہ جس میں بائع پر لازم ہے کہ وہ اپنی لاگت ظاہر کرے تاکہ مشتری کو اس بیع پر اطمینان ہو۔ سوال یہ ہے کہ اس خاص قسم کی بیع کی کیا حاجت ہے؟ جب کہ عام بیع میں لاگت کے اظہار کے بغیر مال بیچا جا سکتا ہے، علامہ مرغینانی حنفی نے اس بیع کی ضرورت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس بیع کی خاص ضرورت ایسے لوگوں کے لیے ہے جو کہ بیع و شراء میں مہارت نہیں رکھتے، تاکہ ان کو خریداری کرتے وقت یہ اطمینان ہو کہ ہمارے ساتھ دھوکہ کر کے غیر معمولی منافع نہیں کمایا جا رہا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

والحاجة ماسة إلى هذا النوع من البيع لأن الغبي الذي لا يهتدي في التجارة يحتاج إلى أن يعتمد فعل الذكي المهتدي وتطيب نفسه بمثل ما اشترى وبزيادة ربح فوجب القول بجوازهما ولهذا كان مبناهما على الأمانة والاحتراز عن الخيانة وعن شبهتها[15]

"اس قسم کی بیع (مرابحہ) کی ضرورت بھی ہے اس لیے کہ غبی آدمی جس کو تجارت کی مہارت نہ ہو اس کو ہوشیار آدمی کے فعل پر اعتماد کی ضرورت پڑتی ہے، جس سے اس کا دل مطمئن ہو کہ اس کی لاگت پر کچھ نفع کے ساتھ اس کو خرید لے۔ اس لیے بیع مرابحہ اور بیع تولیہ جائز ہے۔ کیونکہ ان دونوں کی بنیاد امانت پر ہے اور خیانت کے شبہ سے دوری پر ہے۔"

بیع مرابحہ کی شرائط:

اس موقع پر مرابحہ کی شرائط کا جان لینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے تاکہ آجکل کے بینکوں میں رائج مرابحہ مؤجلہ کی تکییف کرتے ہوئے جانچ لیا جائے کہ کیا اس میں مرابحہ کی شرائط مکمل پائی جاتی ہیں یا نہیں۔ فقہائے کرام نے بیع مرابحہ کی درج ذیل شروط بیان کی ہیں:

---

[14] محمد بن علي بن محمد الحِصْني الحصكفي الحنفي ،**الدر المختار شرح تنوير الأبصار وجامع البحار**،(دار الكتب العلمية، الطبعةالأولى، ٢٠٠٢)،٤٢٤

[15] أبو الحسن علي بن أبي بكر بن عبد الجليل الرشداني المرغياني،**الهداية شرح بداية المبتدي**، المكتبة الإسلامية، بدون السنة،٣: ٥٦

۱۔ یہ ضروری ہے کہ مشتری کو اس مبیع کی لاگت معلوم ہو کہ بائع کو یہ چیز کتنے میں پڑی ہے۔ یہاں تک کہ اگر اس میں مشتری کو ثمن اوّل یعنی بائع کی لاگت کا علم نہ ہو تو یہ بیع ہی فاسد ہے یہاں تک کہ مشتری کو یہ لاگت بتادی جائے تا کہ اس کے ساتھ کسی بھی قسم کی خیانت کا احتمال نہ رہے۔

۲۔ یہ بھی لازم ہے کہ اس مبیع پر بائع جتنا نفع حاصل کر رہا ہے وہ مشتری کو معلوم ہو۔

۳۔ اور یہ کہ راس المال یعنی جس قیمت پر بائع نے خود وہ چیز خریدی تھی وہ مثلی (Homogenous) ہو یعنی کہ مارکیٹ میں اس کا مثل مل جاتا ہو جیسا کہ ناپ کر یا تول کر بیچی جانے والی تمام چیزیں جیسے گندم، چاول، چینی، پیٹرول، دودھ وغیرہ، اور اسی طرح وہ تمام چیزیں جو کہ گن کر بیچی جاتی ہیں اور باہم تقریبا ایک جیسی ہوتی ہیں۔ جیسے انڈے، کیلے وغیرہ۔ لہٰذا اگر کوئی ایسی چیز کو مرابحہ کے طور پر بیچے جو کہ اس نے کسی غیر مثلی کے عوض خریدی ہو جیسے کہ کسی جانور کے بدلے میں خریدی ہو تو اب اس چیز کو آگے مرابحہ پر بیچنا درست نہ ہو گا اس لیے کہ جانور مثلی اشیاء میں سے نہیں ہے۔ البتہ پیسوں کے بدلہ لی گئی چیز میں مرابحہ کرنا درست ہے اس لیے کہ نوٹ مثلی اشیاء(Homogenous goods) میں سے ہے۔

۴۔ اس کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ یہ مرابحہ اموال ربویہ میں نہ ہو جیسا کہ 4 کلو گندم کے بدلے میں گندم بیچی جا رہی ہو تو اس میں برابری ہونا ضروری ہے ورنہ اس میں سود کا عنصر شامل ہو جاتا ہے لہٰذا اب اگر مزید اس 4 کلو گندم کو 4 کلو گندم اور مزید نفع پر فروخت کیا جائے گا تو اس میں ربا شامل ہو جائے گا۔ لہٰذا مرابحہ صرف ان صورتوں میں ہی جائز ہے کہ جس میں نفع لینے پر سود شامل نہ ہوتا ہو۔

۵۔ نیز یہ کہ بائع نے وہ مبیع کسی فاسد بیع کے ذریعے نہ خریدی ہو بلکہ بیع صحیح ہی کے ذریعے خریدی ہو، اس لیے کہ پہلی بیع کے فاسد ہونے کی صورت میں پہلی ثمن (price) کا علم نہ ہو پائے گا جو کہ بیع مرابحہ میں ہونا ضروری ہے۔[16]

حکم: یہ بیع ان مذکورہ شرائط کے ساتھ جائز ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ آپ لاگت پر دس فیصد یا بیس فیصد نفع کہہ کر بیچنے کو جائز قرار دیتے تھے۔

روي عن ابن مسعود رضي الله عنه أنه كان لا يرى بأساً بده يازده، وده دوا زده، أي كل عشرة ربحها درهم، وكل عشرة ربحها درهمان.[17]

---

[16] مذکورہ شرائط کے لیے دیکھیے:

الموسوعة الفقهية الكويتية،وزارة الأوقاف والشئون الإسلامية،الكويت:١٤٢٧ھ، الأجزاء،٢٤-٣٨،(مصر: الطبعة الأولى، مطابع دار الصفوة،١٤٢٧ھ)،٣٦: ٣١٩-الزُّحَيْلِيّ،الفِقْهُ الإسلاميُّ وأدلَّتُهُ،٥: ٣٧٦٧

اسلامی بینکوں میں رائج مرابحہ مؤجلہ:

یہ وہ طریقۂ تمویل ہے جس کو آج کل اسلامی مالیاتی اداروں میں سودی قرض کے بدیل کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، یہ سود کی بنیاد پر دیے جانے والے قرضہ کی جگہ فائنانسنگ کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ ذیل میں ہم اس کی کچھ تفصیل اور معمول بہ صورتوں کا ذکر کریں گے کہ اس کا استعمال ان مالیاتی اداروں میں کس طرح کیا جاتا ہے؟ اور اس میں ناقدین کے بجائے اس طریقہ کار کے موجدین اور ماہرین کی تحریرات پر انحصار کریں گے اس لیے کہ صاحب الدار ادری بما فیہ (گھر والا ہی اپنی چیزوں کو زیادہ جانتا ہے)

اسلامی بینکوں میں اس ضرورت کو کیسے پورا کیا جاتا ہے؟

چونکہ یہ بینک سود سے پاک بینکاری کا دعویٰ کرتے ہیں اور قرض پر حاصل کیے گئے اضافی فائدہ کو سود کہا جاتا ہے، اس لیے یہ ادارے اس کی جگہ بیع مرابحہ کو استعمال کرتے ہیں۔ اس کی وضاحت محمد ایوب صاحب اپنی کتاب Understanding Islamic Finance میں یوں کرتے ہیں۔

Bai‘ Murabaha and Credit Sale (Murabaha–Mu’ajjal)
Murabaha as an alternative to interest-based financial transactions assumes importance only when it is transacted on a deferred payment basis. This, therefore, calls for a study of the concept of postponement of payment in Murabaha. The terms of payment in the classical Murabaha did not necessarily involve credit; they could be either cash or credit.[18]

بیع مرابحہ اور بیع مؤجل:

مرابحہ سودی تمویل کا متبادل صرف اسی صورت میں بنتا ہے کہ جب اس کو ادھار پر رکھا جائے، لہٰذا مرابحہ جس میں قیمت ادھار ہو اس پر غور کرنا ضروری ہے۔ سادہ مرابحہ کا ادھار پر ہونا ضروری نہیں، یہ نقد پر بھی ہو سکتا ہے اور ادھار پر بھی۔

اس عمل کے لیے ایک اور اصطلاح بھی استعمال کی جاتی ہے۔ اس کو مرابحہ للآمر بالشراء (Murabaha for Purchase Order) بھی کہتے ہیں، المعاییر الشرعیہ (AAOIFI Standards) میں اس کے لیے یہی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔ یعنی خریداری کا حکم کرنے والے شخص کے لیے مرابحہ کرنا۔[19]

---

[17] ایضا، ۵: ۳۷۶۶

[18] Muhammad Ayub, **Understanding Islamic Finance**, John Wiley and Sons,2007, ,pg 219-

دراصل جو مرابحہ اسلامی مالیاتی اداروں میں استعمال کیا جاتا ہے یہ کوئی ایک عقد نہیں بلکہ کئی عقود Contracts پر مشتمل ہے، جس میں وعدہ بھی ہے اور عقد مرابحہ اور عقد وکالت Agency Agreement بھی ۔البتہ آسانی کے لیے اس کو مرابحہ مؤجلہ یا صرف مرابحہ کہہ دیا جاتا ہے۔ورنہ درحقیقت یہ کئی عقود کا مجموعہ ہے۔جو کئی مراحل میں مکمل ہوتا ہے۔

مرابحہ کے مراحل کا Flow Chart

چونکہ مروجہ مرابحہ کئی عقود پر مشتمل ہونے کی وجہ سے گنجلک ہے،اس کی آسان تفہیم کے لیے ذیل میں Flow Chart کی شکل میں اس کے مراحل پیش ہیں تاکہ ترتیب وار ان مراحل کو حل کیا جاسکے۔

پہلا مرحلہ کلائنٹ کی عرض اور منظوری: Client requisition and Approval

دوسرا مرحلہ: اس میں ماسٹر ایگریمنٹ پر سائن کروایا جاتاہے جس میں آئندہ عقود کی تفصیلات اور مکمل ترتیب لکھی ہوتی ہے۔

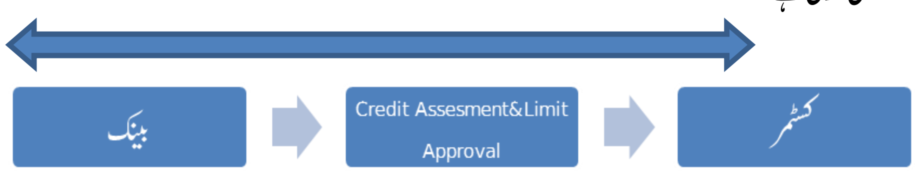

تیسرا مرحلہ: سامان کا حصول

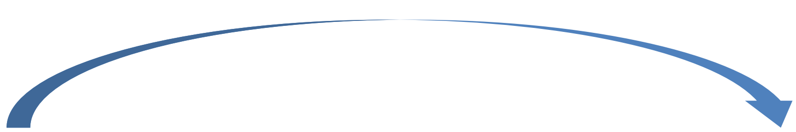

[19]**Shariah Standards for Islamic Financial Institutions,** Accounting and Auditing Organization,2010,pg no.111.

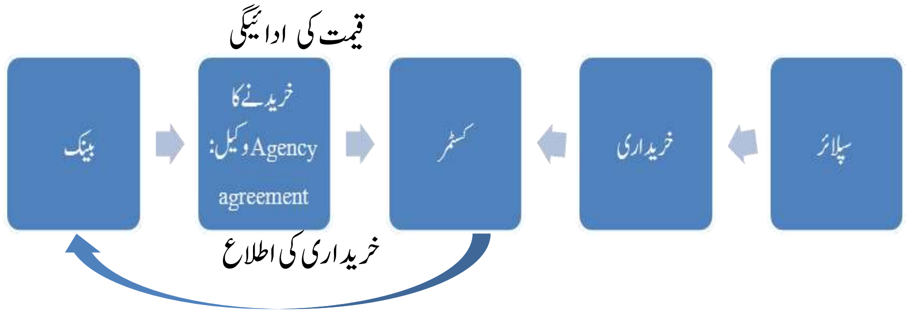

چوتھا مرحلہ: Murabaha Agreement

پانچواں مرحلہ:

اس سلسلہ عقود میں اس امر کا لحاظ کرنا ضروری ہے کہ خریدی ہوئی چیز کس کے ضمان میں ہوتی ہے، یعنی کہ کسی بھی موقع پر اگر یہ ہلاک ہوجائے تو یہ کس کا نقصان شمار ہوگا؟ درحقیقت ان عقود میں اس چیز کا ضمان منتقل ہوتا رہتا ہے اور ایک فریق سے دوسرے فریق پر یہ ذمہ داری منتقل ہوتی رہتی ہے۔

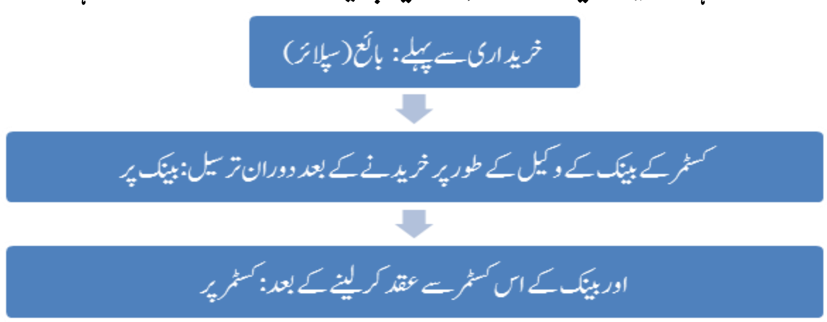

بینک پر ضمان Risk :

بینک اپنی حقیقت کے حساب سے چونکہ تجارتی ادارہ نہیں، اس لیے اسلامی بینکوں کے لیے یہ بات کسی چیلنج سے کم نہیں کہ اپنی اسی وضع میں حقیقی تجارت کا اجراء کرسکیں اور جو چیز ایک عام کاروبار اور بینک یا ایسے کسی مالیاتی اداروں کو ممتاز کرتی ہے وہ ضمان Risk کو سنبھالنے اور برداشت کرنے کی صلاحیت ہے۔

بینک کسی بھی قیمت پر اس بوجھ کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ ایک بینک کے پاس اپنا مال تو ہوتا نہیں یہ تو دراصل دوسروں ہی کا مال ہے جو کہ اس نے آگے دے کر نفع کمانا ہے۔لہذا عام کنونشنل Conventional بینکوں کے طریقہ کار میں اس قسم کے Risks نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اس طریقہ کار میں صرف قرض کی واپسی کا Risk ہوتا ہے، جس کو پورا کرنے کے لیے وہ انشورنس کمپنی کا سہارا لیتے ہیں۔ سامان / مال کی خریداری یا اس کے ضائع ہو جانے کا کوئی خوف یا ضمان بینک پر نہیں آتا۔

اسلامی بینکوں میں تجارت کی جن صورتوں کو رائج کی گیا ہے اس میں Conventional Banks کے مقابلے میں Risk زیادہ ہوتے ہیں۔ جیسا کہ مرابحہ کرتے ہوئے بینک چونکہ اس مال کا مالک ہوتا ہے لہذا جب تک وہ مال ترسیل کے مرحلہ میں ہوتا ہے اور اپنے اس کسٹمر اور ایجنٹ کو یہ مال فروخت نہیں کر دیتا تب تک اس مال کی ذمہ داری Risk بینک پر ہی رہتا ہے۔ لیکن بینک ہونے کی وجہ سے اس بوجھ اس رسک سے تحفظ کے لیے بھی یہ ادارہ کئی قسم کے حفاظتی اقدامات Precautionary Measures اختیار کرتا ہے۔

اس عقد مرابحہ میں اسلامی بینک پر دو قسم کا ضمان Risk آتا ہے:

۱۔ خریدی ہوئی مبیع کا ضمان جیسا کہ جدول میں دوسرے حصہ میں،

۲۔ عقد مرابحہ کے بعد کسٹمر کی طرف سے عدم ادائیگی Default یا ادائیگی میں تاخیر Late Payment کا خطرہ۔[20]

پہلی صورت کے لیے بینک، انشورنس یا تکافل سے مدد لیتا ہے اور ممکنہ کسی نقصان کی تلافی تکافل کمپنی سے وصول کرتا ہے، جیسے کہ کسی مشین کے درآمد Import کرنے میں راستے میں اس کو کوئی نقصان پہنچ جائے یا خدانخواستہ بحری جہاز ہی ڈوب جائے تو اس کی تلافی ان کمپنیوں سے کی جاتی ہے، جن کمپنیوں سے اس مال کی یا اس جہاز کا تکافل کرایا ہوتا ہے۔

---

[20] مفتی محمد اعجاز صمدانی، **اسلامی بینکوں میں رائج مرابحہ کا طریقہ کار**، اداہ اسلامیات، ۲۰۱۰ء، ۵

جب کہ دوسری صورت کے لیے بینک کئی طریقے اختیار کرتا ہے۔

1-رہن Pledge

رہن کی قسمیں:

رہن بالقبض Pledge with possession

اس کا مطلب یہ ہے کہ بینک کسٹمر سے کوئی قیمتی چیز اس دینDebt کے بدلے میں رکھ لیتا ہے۔ ایسی صورت میں اس چیز کا مالک کسٹمر ہی رہتا ہے اور اس چیز کی حفاظت کی ذمہ داری بینک پر ہی آتی ہے۔ لہٰذا بینک اس کے سیکیورٹی چارجز اور گودام کا کرایہ کسٹمر سے وصول نہیں کر سکتا۔ ہاں البتہ ان کا اندازہ لگا کر مرابحہ کے نفع میں سے اس خرچہ کو وصول کیا جا سکتا ہے۔

رہن حکمی Said Pledge

اس صورت میں بینک کوئی سامان رہن کے طور پر نہیں رکھتا بلکہ اس کسٹمر کے کچھ اہم کاغذات جیسا کہ اس کے گھر کے یا کاروباری اہم دستاویزات وغیرہ رکھ لیتا ہے کہ کسٹمر ان کے بغیر ان اثاثوں Assets کو بیچ نہیں سکے گا۔

2-ہامش جدیہ Security Deposit

المعاییر الشریعہ یعنی AAOIFI Standards میں اس کے متعلق یہ اصول لکھے ہیں:

مالیاتی ادارے کے لیے جائز ہے کہ وہ کسٹمر سے معاہدہ کرتے وقت کچھ رقم بطور امانت کے رکھے، یہ دو مقاصد کے لیے لیا جاتا ہے۔ ایک کسٹمر کی مالی حالت کا اندازہ کرنے کے لیے اور اس کی مرابحہ کے دوران ادارے کو ہونے والے کسی ممکنہ نقصان کی تلافی کے لیے۔

یہ Security Deposit ایسا کوئی ڈپازٹ نہیں جو کہ عام بیع میں ابتداءً لیا جاتا ہے اس لیے کہ ابھی تک تو فریقین کے درمیان کوئی بیع منعقد ہی نہیں ہوئی۔ لہٰذا ابھی اس کی حیثیت محض ایک امانت کی ہوتی ہے، جو کہ کسٹمر کی اجازت کے بغیر نہ ادارہ استعمال کر سکتا ہے اور نہ ہی اس کو انویسٹ کر سکتا ہے۔[21]

---

[21] **المعایير الشريعه**،هيئة المحاسبہ و المراجعه للمؤسسات المالية، المعيار ،٨ شق:٢/٥/٣

اگر اس مرابحہ میں ادارے کو کوئی نقصان کسٹمر کے اپنے وعدے کو پورا نہ کرنے کی وجہ سے ہو جیسا کہ مبیع کے آجانے کے بعد وہ یہ چیز لینے سے رک جائے تو ایسی صورت میں بینک اس رقم سے اپنے اس نقصان واقعی کو پورا کر سکے گا۔

نقصان امکانی اور نقصان واقعی:

نقصان واقعی اور نقصان امکانی کی وضاحت کے لیے ایک مثال یہ ہے کہ بینک نے مرابحہ کے لیے ایک مشین باہر ملک سے دس لاکھ کی منگوالی اور کسٹمر نے اپنا وعدہ پورا کرنے سے انکار کر دیا اب جب بینک نے اس کو عام مارکیٹ میں بیچا تو یہ نو لاکھ کی فروخت ہوئی، اس صورت میں بینک اس ہامش جدیہ سے ایک لاکھ کی کٹوتی کا حق رکھے گا۔ لیکن بینک کو اپنی اس رقم پر Opportunity Cost[22] کو پورا کرنے کا حق نہیں ہو گا، یعنی کہ بینک یہ حساب کرے کہ اگر یہ رقم نہ ڈوبتی اور اس سے سرمایہ کاری کی جاتی تو مارکیٹ ریٹ کے حساب سے کتنا نفع ہوتا، اس پوری رقم کی وصولی اس امانت سے درست نہ ہو گی۔[23]

مرابحہ کے منعقد ہونے کے وقت ادارے کے لیے جائز ہو گا کہ وہ کسٹمر سے ایڈوانس (بیعانہ) لے لے جس کو عربی میں عربون کہتے ہیں۔ اس کا شرعی حکم یہ ہے کہ سودا ہو جانے کے بعد پیشگی رقم دی جاتی ہے یہ ثمن ہی کا ایک حصہ ہے، اس لیے سودا فسخ ہونے پر وہ رقم واپس کر دینی چاہیے، اگر نہیں دی تو ناحق مال لینے کا گناہ ہو گا اور حرام کہلائے گا۔ بیعانہ سے متعلق نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی حدیث میں ہے:

عن زيد بن أسلم أن النبي ﷺ أحل العربان في البيع۔[24]

"زید بن اسلمؓ سے روایت کہ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے خرید و فروخت میں عربان (ایڈوانس) کو جائز قرار دیا ہے۔"

التزام تصدق Imposed Charity

مرابحہ مکمل ہونے کے بعد اگر کسٹمر ادائیگی میں تاخیر کرے اور اقساط وقت پر نہ ملیں تو عام بینکوں میں تو اس کا آسان حل موجود ہے کہ اس کی تاخیر پر ہر دن کے اعتبار سے جرمانہ لگایا جائے اور Progressive

---

[22] https://www.investopedia.com/terms/o/opportunitycost.asp-

[23] مفتی محمد تقی عثمانی، **غیر سودی بینکاری**، (کراچی: مکتبہ معارف القرآن، مئی ۲۰۰۹ع)، ۲۲۴

[24] أبو بكر عبد الله بن محمد بن أبي شيبة العبسي ،**مصنف لابن أبي شيبه**، ۱۱/ ۶۷۱، رقم: ۲۳۶۵۶-

Compound Interest اس پر بڑھتا چلا جاتا ہے۔

لیکن اسلامی بینکوں نے اس سود سے بچنے کے لیے ایک نیا طریقہ ایجاد کیا کہ Master Murabaha Agreement میں کسٹمر سے ایک نذر منوائی جائے جس میں وہ یہ لکھے کہ کہ اگر میں بینک کو اقساط کی بروقت ادائیگی نہ کروں اور بینک کی طرف سے اس نذر کا مطالبہ کیا جائے تو میرے اوپر لازم ہے کہ میں اتنی طے شدہ رقم بینک ہی کے زیر انتظام ایک خیراتی ادارے میں جمع کراوں گا۔

لہٰذا اس حل کا فائدہ صرف یہ ہے کہ اس سے کسٹمر پر ایک قسم کا بوجھ رہتا ہے کہ وہ اپنی اقساط وقت پر ادا کرے اور ایک دفعہ یہ واجب ہو جائے تو یہ بینک کے معاف کرنے سے بھی معاف نہیں ہوتا اس لیے کہ نذر حق اللہ ہے نہ کہ حق العبد، لہٰذا نذر ماننے کے بعد تو یہ کسٹمر اللہ تعالی کا حق اپنے اوپر لازم کرلیتا ہے، اس لیے بینک اس کو معاف کرنے کا حق نہیں رکھتا۔

اس حل کی شرعی حیثیت کے لحاظ سے گفتگو تو اگلے مرحلہ میں آئیگی، البتہ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مالی جرمانہ سے بچ کر مدیون کو پابند کرنے کی یہ تدبیر فقہ حنفی کے بجائے فقہ مالکی سے لی گئی ہے۔

مروجہ اسلامی بینکاری کو ناجائز کہنے والے علماء کے اعتراضات:

اسلامی بینکوں میں رائج مرابحہ کے اس طریقہ کار پر علماء کی ایک بڑی جماعت کو بہت سے تحفظات ہیں۔اس جماعت میں ہر مسلک کے کئی علماء شامل ہیں، انہوں نے مرابحہ کے اس طریقے پر کئی نوعیت کے اشکالات کیے ہیں۔

کیا یہ مثالی تمویلی طریقہ ہے؟

اس طریقہ کار کے بعض مجوزین اس مرابحہ مؤجلہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

"اسلامی بینکاری اپنے بنیادی تقاضوں کو پورا نہیں کر رہی۔۔۔ نہ ہی مشارکہ کی طرف کسی قسم کی پیش رفت کی قابل ذکر کوششیں موجود ہیں۔۔۔ مرابحہ اجارہ وغیرہ کا استعمال بھی روایتی معیارات LIBOR وغیرہ کے "فریم ورک" میں ہوتا ہے جس کا آخری نتیجہ مادی طور پر سودی معاملے سے مختلف نہیں ہوتا۔۔ بعض اسلامی

بینکوں میں یہ بات محسوس کی گئی ہے کہ ان میں مرابحہ اجارہ کو بھی ان کے شرعاً مطلوب طریق کار کے مطابق اختیار نہیں کیا جاتا۔"[25]

لہٰذا اس کو سرمایہ کاری کے لیے بنیاد بنا کر اسلامی بینکاری کی عمارت کو اس پر کھڑا کرنا اس عمارت کے گرنے کو دعوت دینا ہے۔

صفقات فی صفقۃ۔۔۔ماسٹر مرابحہ میں کئی عقود کا جمع ہونا:

احادیث نبویہ ﷺ میں یہ بات صراحت سے ملتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک عقد میں کئی عقود کو جمع کرنے سے منع فرمایا ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

عن عبد الرحمن بن عبد الله بن مسعود،، عن أبيه، قال: " نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن صفقتين في صفقة واحدة "[26]

"رسول اللہ ﷺ نے ایک ہی معاملہ میں کئی معاملات کے جمع کرنے سے منع فرمایا ہے۔"

یعنی کہ ایک عقد کرتے ہوئے دوسرے عقد کو اس کے لیے شرط قرار دینا کہ اگر دوسرا عقد مکمل ہو گا تو پہلا عقد کا پورا کرنا عاقدین پر لازم ہو گا، ورنہ نہیں، یہ جائز نہیں بلکہ ہر عقد Transaction کو دوسرے سے ممتاز اور علیحدہ ہونا چاہیئے تاکہ عقود میں شفافیت غالب رہے۔

مذکورہ مروجہ مرابحہ میں یا Facility Agreement /Master Agreement میں جو امور طے کیے جاتے ہیں وہ در اصل ایک ہی عقد مرابحہ میں کئی عقود جس میں مرابحہ ، وکالت Agency Agreement، وغیرہ طے پاتے ہیں، اور ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں کہ اس پورے طریقہ کار میں اصل یہی Facility Agreement ہے۔

رسک(Risk) کہاں ہے! ہامش جدیہ اور تکافل کے ذریعے اس سے حفاظت کی گئی ہے۔۔۔

مروجہ مرابحہ کو عام سودی قرضوں سے ممتاز کرنے کے لیے اس بات کو بہ زور کہا جاتا ہے کہ سودی قرضوں میں کسی بھی چیز کا رسک اور ذمہ داری بینک پر لازم نہیں آتی بلکہ بینک کو اپنے دیئے ہوئے پیسوں سے غرض

---

[25] **اسلامی بینکاری کی بنیادیں**، حقیقت پسندانہ جائزہ، بحوالہ **مروجہ اسلامی بینکاری از** رفقائے دارالافتاء، (کراچی: بنوری ٹاؤن، مکتبہ بینات، ۲۰۰۸ء)، ۲۸۴

[26] أحمد بن حنبل، **مسند أحمد**، مؤسسۃ الرسالۃ، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۹۹۹م، ٦: ۳۲۴

ہوتی ہے کہ یہ کب اور کیسے واپس ملتے ہیں! اس کے بر خلاف غیر سودی بینکوں میں چونکہ بینک خود ان چیزوں کا خریدار ہوتا ہے اس لیے ان اشیا کی ذمہ داری اور Risk بینک پر آتا ہے۔[27]

نیز بینک پر عدم ادائیگی یا تاخیر ادائیگی کا خطرہ بھی ہر وقت رہتا ہے۔۔ لیکن اس صورت حال کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہے کہ اگر سودی قرضوں اور مرابحہ میں یہی فرق ہے تو بینک نے ان Risks سے بچنے کے لیے بھی تدابیر سوچی ہوئی ہیں اور بینک کو ان مقدس خطرات سے بھی محفوظ رکھا جاتا ہے۔ عدم ادائیگی کے خطرے کے لیے بینک مرابحہ کرتے وقت ہی ہامش جدیہ Security Deposit وصول کرلیتا ہے یا کوئی رہن Pledge اپنے پاس رکھ لیتا ہے، نیز التزام تصدق بھی اسی خطرے سے بچنے کے لیے کروایا جاتا ہے۔[28]

اور دوسرا رسک یعنی کہ بینک کی خریدی ہوئی چیز کا رسک تو اس کے لیے بھی بینک نے تکافل کا راستہ اپنایا ہوا ہے کہ بینک خریدنے کے بعد اگر یہ چیز ہلاک ہو جائے تو یہ تمام نقصان تکافل کمپنی سے پورا کروایا جاتا ہے۔

الغرض غیر سودی بینک کی طرح اسلامی بینک کسی قسم کا ذمہ نہیں لیتا بلکہ کاغذات کی حد تک بیع و شراء ہوتی ہے اور نقصان کی صورت میں ضمان بینک کو بھرنا نہیں پڑتا۔

کائبور شرح سود اور سود سے مشابہت:

یہ اس طریقہ تمویل کی وہ خرابی ہے جو کہ مجوزین کے نزدیک مسلم ہے، اور وہ یہ ہے کہ اس عقد میں نفع کو شرح سود کے ذریعے سے متعین کرنا، مرابحہ میں بینک اور کسٹمر کا معاہدہ اس شق پر ہوتا ہے۔

Cost of the goods+ KIBOR (Karachi Inter Bank Official Rate)+1

اس میں یہ کائبور وہی شرح Percentage ہے جو کہ کنونشنل بینک اپنے کسٹمر سے بطور سود کے چارج کرتا ہے۔ تو گویا کہ اسلامی بینک بھی اسی شرح کے حساب سے اپنے کسٹمر سے نفع لیتا ہے۔ اس کے بارے میں مفتی محمد تقی عثمانی کی رائے یہ ہے کہ:

"اس میں کوئی شک نہیں کہ حلال منافع کے تعین کے لیے سود کی شرح کا استعمال پسندیدہ نہیں اور اس سے معاملہ کم از کم ظاہری طور پر سودی قرضے کے مشابہ بن جاتا ہے اور سود کی شدید حرمت کے پیش نظر اس

---

[27] صمدانی، **اسلامی بینکوں میں رائج مرابحہ کا طریقہ کار**، ۵۰

[28] حافظ ذوالفقار علی، **اسلامی بینکاری کی حقیقت**، (لاہور: دار الدعوۃ السلفیہ، اگست ۲۰۰۸ء)، ۱۲

ظاہری مشابہت سے بھی جہاں تک ہو سکے بچنا چاہیئے لیکن۔۔۔ شرح سود کو بطور حوالہ استعمال کرنے سے یہ عقد غیر صحیح اور حرام نہیں بن جائے گا، اس لیے کہ معاملہ خود سود پر مشتمل نہیں۔"[29]

ماسٹر مرابحہ ایگریمنٹ میں کیے جانے والے وعدوں کو قضاءً لازم قرار دینا:

ماسٹر مرابحہ ایگریمنٹ جس کی بنیاد پر یہ تمام عمل وجود میں آتا ہے، اس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ اس کی حیثیت محض وعدہ کی ہے اور اس موقع پر عقد مرابحہ منعقد Execute نہیں ہوتا، لیکن اس میں یہ اشکال ہے کہ اگر کوئی کسٹمر یہ وعدہ کر کے پھر یہ عقد مرابحہ نہ کرنا چاہے تو اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا جاتا ہے، کیا اس پر بینک پر آنے والا نقصان ڈالا جاتا ہے؟[30]

ایسی صورت میں بینک اپنے اس کسٹمر سے اپنا واقعی نقصان پورا کرتا ہے، یعنی کہ وعدہ پورا نہ کرنے کی دنیاوی مالی سزا اس کو دی جاتی ہے، سوال یہ ہے کہ بینک کو اس کا اختیار کس نے دیا جب کہ وعدہ کے بارے میں حنفی علماء کا نظریہ تو یہ ہے کہ اگر کوئی اپنا کیا ہوا وعدہ نہ نبھائے تو اخروی پکڑ سے تو نہیں بچ سکتا البتہ اس کے خلاف کوئی قانونی چارہ جوئی نہیں کی جا سکتی۔ چنانچہ موسوعہ فقہیہ کویتیہ میں ہے:

القول الخامس : أن إنجاز الوعد المجرد غير واجب ، أما الوعد المعلق على شرط ، فإنه يكون لازما ، وهو مذهب الحنفية ، حيث نقل ابن نجيم عن القنية : لا يلزم الوعد إلا إذا كان معلقا وفي الفتاوى البزازية : أن المواعيد باكتساء صور التعليق تكون لازمة.

ونصت المادة (٨٤) من مجلة الأحكام العدلية : المواعيد بصور التعاليق تكون لازمة .

مثال ذلك : لو قال شخص لآخر : ادفع ديني من مالك ، فوعده الرجل بذلك ، ثم امتنع عن الأداء ، فإنه لا يلزم الواعد بأداء الدين ، أما قول رجل لآخر : بع هذا الشيء لفلان ، وإن لم يعطك ثمنه فأنا أعطيه لك ، فلم يعط المشتري الثمن ، لزم المواعد أداء الثمن المذكور بناء على وعده[31]

"پانچواں قول: یہ ہے کہ ایسا وعدہ جو کہ کسی شرط پر معلق نہ ہو وہ لازم نہیں، اور اگر کوئی وعدہ کسی شرط پر موقوف ہو تو ایسا وعدہ لازم ہو جاتا ہے یہی احناف کا مذہب ہے ابن نجیم نے قنیہ نامی کتاب سے نقل کرتے ہیں کہ

---

[29] **اسلامی بینکاری کی بنیادیں** ترجمہ An Introduction to Islamic Finance، ۱۲۴

[30] رفقائے دارالافتاء، بنوری ٹاؤن، **مروجہ اسلامی بینکاری**، (کراچی: مکتبہ بینات، ۲۰۰۸ء)، ۲۷۵

[31] **الموسوعة الفقهية الكويتية**، ۴۴: ۷۵

وعدہ اسی وقت لازم ہوتا ہے جب کہ معلق ہو اور فتوی بزازیہ میں لکھا ہے کہ وعدے جب کہ تعلیق کی صورت میں ہو تو لازم ہو جاتے ہیں۔

مجلۃ الاحکام العدلیہ کے جزو نمبر 84 میں ہے کہ: وعدے شرط کی صورت میں ہوں تو لازم ہوتے ہیں۔

اس کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے کہ اپنے مال میں سے میرا قرض ادا کر دو تو دوسرا شخص اس کا وعدہ کرلے پھر ادائیگی سے رک جائے تو اس پر اس دین کی ادائیگی لازم نہ ہو گی، البتہ اگر کوئی شخص کسی سے کہے کہ یہ چیز فلاں شخص کو دے دو اگر وہ تم کو اس کی قیمت ادا نہ کرے تو میں ادا کرونگا، پھر وہ خریدار قیمت ادا نہ کرے تو اس پر قیمت کی ادائیگی اپنے وعدے کی بنیاد پر لازم ہو جائے گی۔"

لہذا یہ وعدہ جو کہ Facility Agreement میں کیا جاتا ہے اس کو قضاء لازم قرار دینا درست نہیں۔

بیع الکالی بالکالی یعنی سامان بھی ادھار اور قیمت بھی:

مروجہ مرابحہ پر ان اعتراضات میں سے یہ بھی اعتراض کیا گیا ہے کہ اس پورے عمل میں ایک اور حدیث کی مخالفت لازم آتی ہے اور وہ حدیث یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

عن بن عمر رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم * أنه نهى عن بيع الكالى ء بالكالى ء هو النسيئة بالنسيئة[32]

"حضرت ابن عمرؓ نے آپ ﷺ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے ادھار کی بیع ادھار کے مقابلے میں یعنی کہ مبیع بھی ادھار ہو اور قیمت بھی، اس سے منع فرمایا ہے۔"

اسلامی بینکوں میں جب ماسٹر ایگریمنٹ میں عقد مرابحہ کیا جاتا ہے تب اس میں نہ قیمت دی جارہی ہے اور نہ ہی اس وقت مال آیا ہوتا ہے جب کہ اصل عقد مرابحہ اسی وقت ہو جاتا ہے۔

مرابحہ مؤجلہ نازک حیلہ ہے:

مرابحہ کا یہ طریقہ ایک نازک طریقہ ہے جو کہ ذرا سی بے احتیاطی اور بے توجہی سے کسی بھی وقت ناجائز معاملہ میں تبدیل ہو سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ ایک نوزائیدہ نظام میں ایسے غیر تربیت یافتہ افراد کے ذریعے اس کو کھلے طور پر رواج دینا خطرناک ہے اور کئی معاملات میں حرام آمدنی کی طرف لے جانے والا ہے۔

---

[32] محمد بن عبدالله أبو عبدالله الحاكم النيسابوري، **المستدرك على الصحيحين**، (بيروت: دار الكتب العلمية، الطبعة أولى، ١٩٩٠ء)، ٢: ٥٧

اگر کسٹمر پہلے سے اس چیز کا مالک ہو تو مرابحہ مؤجلہ کا یہ معاملہ بیع عینہ میں تبدیل ہو سکتا ہے۔ چونکہ کسٹمر اور اس کے سپلائر کا پہلے ہی آپس میں تعلق ہوتا ہے تو بعض اوقات میں ان کے درمیان اس چیز کے متعلق ایجاب و قبول ہو چکا ہوتا ہے، جس کی وجہ سے کسٹمر کی ملکیت آچکی ہے، اب اسی مملوکہ چیز کے بارے میں اس طریقہ سے مرابحہ کرنا اس عقد کو بیع عینہ بنا دیتا ہے[33] اور اس غلطی کا وقوع بہت ممکن ہے اس لیے کہ کسٹمر کو اپنا سپلائر خود ہی متعین کرنا ہوتا ہے اور اسی تعیین کے بعد ہی وہ بینک میں لمٹ کی منظوری کروانے آتا ہے، بہت ممکن ہے کہ ان کے مابین ایسی گفتگو ہو چکی ہو کہ جس کو فقہی اعتبار سے ایجاب و قبول کہا جا سکتا ہو۔

Agency Agreement کرنے کے بعد کسٹمر ادارے کا وکیل ہے، اب اگر یہ مطلوبہ چیز خریدتے وقت اپنے لیے خریدنے کی نیت کر لے اور بینک کے لیے نہ لے تو یہ خود مالک بن جائے گا اور اس کا بینک سے معاہدہ کرنا پھر بیع عینہ میں داخل ہو جائے گا۔

نیز کسٹمر کے لیے یہ جائز نہیں کہ بینک کے لیے سامان لیتے ہی ایجاب و قبول سے پہلے اس میں تصرف شروع کر دے، خصوصاً جب کہ بڑی مقدار میں مال خریدنا ہو اور اس میں سے کہ کچھ حصہ کی ادائیگی مرابحہ مؤجلہ کے ذریعے سے ہو، ایسی صورت میں اس کا بینک کے حصہ میں تصرف نہ کرنا بہت مشکل ہے۔[34]

بیع عینہ کے بارے حدیث پاک میں مذکور ہے:

عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لئن تركتم الجهاد وأخذتم بأذناب البقر وتبايعتم بالعينة ليلزمنكم الله مذلة في رقابكم لا تنفك عنكم حتى تتوبوا إلى الله وترجعوا على ما كنتم عليه[35]

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: جب تم لوگ جہاد کو چھوڑ دو گے اور گائیوں کی دم پکڑ لو گے یعنی کہ کاشت کاریوں میں مصروف ہو جاؤ گے، اور بیع عینہ کرنے لگو گے تو اللہ تعالی تمہاری گردنوں پر نہ ختم ہونے والی ذلت کو مسلط فرما دیں گے، یہاں تک کہ تم لوگ توبہ کرو اور اپنی پہلی حالت پر لوٹ آؤ۔

وکیل کا قبضہ کونسا ہے؟

---

[33] صمدانی، اسلامی بینکوں میں رائج مرابحہ کا طریقہ کار، ۳۹

[34] ایضاً، ۴۰

[35] أحمد بن حنبل، مسند أحمد ، ج9/ص51۔

اس مرابحہ میں ایک بہت بڑا مسئلہ بیع قبل القبض کا ہے۔ اصول یہ ہے کہ در اصل قبضہ کی دو قسمیں ہیں:

قبض امان:

اگر کسی شخص کے پاس کسی چیز کا قبضہ بطور امانت کے ہو اور ایسی چیز اس کی غفلت Negligence کے بغیر ضائع ہو جائے تو اس شخص پر اس مال کی ہلاکت کی ذمہ دارہ عائد نہ ہو گی جیسا کہ کوئی شخص کسی کے کہنے پر کوئی چیز خریدے تو اس کے پاس ابھی یہ چیز بطور امانت کے ہو گی۔

قبض ضمان:

اس صورت میں اگر یہ چیز اس کے پاس ضائع ہو گئی تو اس کی ہلاکت کی ذمہ داری خود اس پر ہو گی خواہ اس کی غفلت ہو یا نہ ہو۔ جیسا کہ کسی شخص نے آپ سے کوئی چیز خرید لی تو اب یہ چیز اس کی ملکیت اور ضمان میں آگئی اب ہلاکت کی ذمہ داری اسکی ہو گی۔ علاہ سرخسی لکھتے ہیں:

فإن القبض بحكم الشراء قبض ضمان وقبض الأمانة دون قبض الضمان والضعيف لا ينوب عن القوى وكذلك هذا في العارية والإجارة لأن قبض المستعير والمستأجر قبض أمانة كقبض المودع أو أقوى منه.[36]

"خریداری سے حاصل ہونے والا قبضہ ضمان ہوتا ہے اور قبض امانت قبضہ ضمان سے کم درجہ کا ہے تو اس کا قائم مقام نہیں ہو سکتا بلکہ نیا قبضہ کرنا پڑے گا، اسی طرح کرایہ پر لی ہوئی چیز کا بھی یہی حکم ہے، کہ یہ بھی قبضہ امان ہے۔"

عقد مرابحہ میں جب بینک کسٹمر کو اپنا وکیل بناتا ہے اور بینک اس کے وکیل کی حیثیت سے خریداری کر لیتا ہے تو ایسی حالت میں کسٹمر یعنی وکیل کے پاس اس مال کی حیثیت امانت کی ہوتی ہے یعنی کہ اگر کسٹمر کی غفلت کے بغیر یہ مبیع ہلاک ہو جائے تو اس کا ضمان کسٹمر پر نہیں آئیگا، بینک بھی اسی پر عمل کرتا ہے کہ اس حالت میں اگر یہ ہلاک ہو جائے تو یہ نقصان بینک کا سمجھا جاتا ہے۔

لیکن پھر جب کہ وکیل اس مبیع کو بینک سے خریدتا ہے تو اب اس کا یہ قبضہ امان قبضہ ضمان میں تبدیل ہو جاتا ہے یعنی کہ اس ایجاب و قبول کے بعد اگر یہ چیز ہلاک ہو تو یہ نقصان و خسارہ گاہک کے ذمہ آئیگا۔ لیکن جیسا کہ اصول میں گزرا کہ قبضہ ضمان قبضہ امان کا نائب نہیں بن سکتا۔ اس میں عموماً بینک کی جانب سے نہ قبضہ کیا جاتا ہے اور

[36] شمس الدين أبو بكر محمد بن أبي سهل السرخسي، **المبسوط**، (بيروت، لبنان: دار الفكر، الطبعة الأولى، ٢٠٠٠م)، ١٢: ١٠١

نہ ہی یہ چیز بینک کے گودام میں لا کر پھر فروخت کی جاتی ہے۔[37]

التزام تصدق:

دین کی وصولی کے لیے یہ حل مالکی علماء سے لیا گیا ہے اس میں کئی اعتراضات ہیں مثلاً:

اس حل میں **مالی جرمانہ** کی مشابہت پائی جاتی ہے۔ اس لیے کہ یہ بھی قرضہ کے تناسب سے بڑھایا جاتا ہے اور مالی جرمانہ اسلامی شریعت میں جائز نہیں ہے۔ مالی جرمانہ کے بارے میں فقہ حنفی میں مذکور ہے:

والحاصل أن المذهب عدم التعزير بأخذ المال۔

لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي۔[38]

ترجمہ: غرض یہ کہ مذہب یہ ہے کہ مال کے ذریعہ سے کسی کو سزا دینا درست نہیں۔ آگے لکھتے ہیں: کسی شرعی وجہ کے بغیر مسلمانوں کے لیے کسی کا بھی مال لینا جائز نہیں۔

اورنگزیب عالمگیر بادشاہ کے زیر نگرانی فتاوی کا جو مجموعہ تیار ہوا "فتاویٰ ہندیہ" اس میں ہے لکھا ہے:

وعند ابي يوسف يجوز التعزير للسلطان باخذ المال ' وعندهما و باقي الائمه الثلاثه لا يجوز كذافي فتح القدير و معنى التعزير باخذ المال على القول به امساك شئى من ماله عنده مدة لينزجر ثم يعيده الحاكم اليه[39]

"امام ابو یوسف کے نزدیک صرف حاکم کے لیے مالی جرمانہ لگانا جائز ہے اور ان کے علاوہ تمام ائمہ کے نزدیک جائز نہیں اور امام ابو یوسف کے ہاں بھی اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا کچھ مال اپنے پاس رکھ لے تاکہ وہ توبہ کر لے اور پھر واپس لوٹا دے۔"

یہ مسئلہ مالکیہ کے ہاں خود بھی متفق علیہ نہیں، بلکہ ایک مرجوح قول ہے۔ جب کہ ان کا راجح قول یہ ہے کہ صاحب حق کے علاوہ کسی اور فرد یا مساکین کے لیے اپنے اوپر کسی قسم کا التزام کرے تو یہ مالکیہ کے ہاں مشہور قول کے مطابق التزام کرنے والے پر قضاء لازم نہیں ہوتا البتہ مذہب غیر کے کسی مرجوح قول سے دلیل لینا اور اس پر فتویٰ دینا جائز نہیں۔

---

[37] رفقائے دارالافتاء، (کراچی: بنوری ٹاؤن، مروجہ اسلامی بینکاری، مکتبہ بینات)، ۲۳۵

[38] حاشية رد المختار على الدر المختار.باب التعزير، مطلب في التعزير بأخذ المال،٦: ١٠٦

[39] جماعة من علماء الهند ،الفتاوى الهندية،(دار الفكر، ١٩٩١م)، فصل فى التعزير،٢: ١٦٧

تنگ دست سے نفلی صدقہ کروانا:

مزید یہ کہ تنگ دست آدمی کے لیے افضل یہی ہے کہ وہ اپنی اور اپنے اہل وعیال کی حوائج کو پورا کرے، اپنی ضرورت کے باوجود اس کے لیے نفلی صدقہ مناسب نہیں، چہ جائیکہ اس پر کسی نذر کا التزام کروایا جائے۔ نیز اس میں ایک تنگ دست مقروض سے صدقہ کا التزام کروانا لازم آتا ہے۔ جب کہ حکم یہ ہے کہ تنگ دست کو مہلت دو۔

وَإِن كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ ۚ وَأَن تَصَدَّقُواْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ [40]

اور اگر قرضدار تنگی والا ہے تو اسے مہلت دو آسانی تک، اور قرض اس پر بالکل چھوڑ دینا تمہارے لیے اور بھلا ہے اگر جانو۔

اب ان بینکوں کا اپنے غریب اور نادار مقروضوں کو بجائے مہلت دینے کے ان پر اپنے فنڈ کے لیے صدقہ لازم کروانا کہاں جائز ہو سکتا ہے۔ نیز بینک کے پاس اس فیصلہ کے لیے کیا ترازو ہے کہ یہ مقروض تنگ دست ہے یا باوجود وسعت کے ٹال مٹول کر رہا ہے۔ اور اس معاملہ میں جب کہ بینک خود ایک فریق ہو بینک کو فیصلہ کرنے کا اختیار بھی کیوں ہو سکتا ہے!

وہ بھی بینک کی زیر نگرانی فنڈ میں کیوں؟

التزام تصدق (Imposed Charity) کے بارے میں مانعین کی جانب سے ایک اہم اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اس پورے عمل کا بہر حال فائدہ بینک کو ہی کو پہنچتا ہے، اس لیے کہ بینک کی جانب سے اس کسٹمر سے جو التزام کرایا جاتا ہے مقروض پر یہ پابندی ہوتی ہے کہ وہ یہ صدقہ بینک کے مقرر کردہ فنڈ میں ہی جمع کروائے اور کسی جگہ اس کا صدقہ کر دینا مقبول نہیں ہوتا۔

اشکالات کا جائزہ اور وضاحتیں:

اب ہم اس طریقہ کار کے موجدین کی جانب سے ان اعتراضات کے دیے جانے والے جوابات کو ذکر کریں گے جس سے اس بات کے سمجھنے میں آسانی ہو گی کہ معترضین کے اعتراضات کس قدر وزنی تھے اور جس سقم

[40] البقرہ: ۲۸۰

کی نشاندہی اس میں کی گئی اس کے بارے میں مجوزین حضرات کی کیارائے ہے آیا وہ ان خرابیوں کو تسلیم کرکے ان کی اصلاح کی کوشش کرتے ہیں یا کہ ان اعتراضات ہی کو واقع کے خلاف کہہ کر ان کو رد کرتے ہیں۔

مرابحہ مثالی تمویلی طریقہ ہے:

مفتی ثاقب الدین نے اس اعتراض کا جواب مفتی محمد تقی عثمانی سے یوں نقل کیا ہے کہ:

الزامی جواب: حضرت مولانا مد ظلہم نے خود ہی الزامی جواب بھی دیا اور فرمایا:

اگر میں مرابحہ کے اس طریقہ کو تمویلی طریقہ نہ مانتا تو اس پر پورا باب کیوں لکھتا

تحقیقی جواب: مرابحہ کا استعمال بطور تمویل اسلامی بینک کرسکتا ہے البتہ اس کا بطور تمویل استعمال کرنے کی صورت میں چند خصوصیات کی رعایت کرنا ضروری ہے۔۔۔۔[41]

نیز مذکورہ اعلامیہ جس میں کہ مفتی محمد تقی عثمانی کی جانب سے موجودہ کی جانے والی اسلامی بینکاری پر عدم اعتماد کا اظہار کیا گیا ہے، اس کا جواب دیتے ہوئے خود فرماتے ہیں کہ:

"یہ میرا کوئی انٹرویو نہیں تھا بلکہ یہ مکہ مکرمہ میں کی جانے والی کوئی گفتگو ہے جو کہ بعض لوگوں نے ٹیپ کرلی، اس گفتگو سے میری مراد وہ ہرگز نہ تھی جو کہ لوگوں نے سمجھی، اور میں نے پریکٹس میں جو طریقہ رائج ہے اس کے بارے میں بات کی تھی اس کے تمویلی طریقوں کی شرعی حیثیت پر کسی قسم کا اعتراض مقصود نہ تھا۔"[42]

کئی عقود کا ایک عقد میں جمع ہونا:

مرابحہ کے اس مجوزہ طریقے میں کئی عقود جمع ہی نہیں ہوتے بلکہ ہر عقد اپنے اپنے وقت پر ادا ہوتا ہے، جیسا کہ پہلے سے ہی Facility Agreement میں طے کیا جاتا ہے۔ چونکہ بینک کو ایک ہی کلائنٹ سے مرابحہ کے طور پر خریداری کئی مرتبہ کرنی ہوتی ہے اس لیے اس کے شرائط وضوابط ایک ہی مرتبہ طے کرلی جاتی ہیں، اور آئندہ جب بھی عقد ہو تو اس کی طرف اشارہ کر دیا جاتا ہے، یہ خود مستقل عقد نہیں ہوتا، بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ کلائنٹ ماسٹر ایگریمنٹ پر دستخط کرنے کے بعد کچھ بھی نہ خریدے۔[43]

---

[41] مفتی ثاقب الدین، **اسلامی بینکاری اور متفقہ فتوے کا تجزیہ**، 280، www.deeneislam.com

[42] عثمانی، **غیر سودی بینکاری**، ۴۰

[43] ایضاً، ۲۱۷

تبصرہ:

Facility Agreement میں ان عقود کا طے ہونا اور پھر ایک دوسرے سے مربوط ہونا ہی اس کو اس درجہ میں پہنچادیتا ہے کہ ایک عقد دوسرے عقد کے لیے شرط کے درجہ میں بن جاتا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے عام بیع میں کوئی ایسی شرط لگانے سے منع فرمایا ہے کہ جو کہ عقد اول کے موافق نہ ہو۔

بینک کا مبیع کے ضمان کو قبول کرنا:

اس میں ان کی جانب سے جواب واضح ہے کہ اس ہامش جدیہ اور تکافل کا لینا اس بات کی واقعی دلیل ہے کہ بینک پر اس مال کا ضمان Risk آتا ہے، تب ہی تو یہ ان صورتوں کے ذریعے دوسرے اداروں پر جیسا کہ تکافل کمپنی پر شفٹ کر دیتا ہے۔[44]

تبصرہ:

تکافل کا مسئلہ بھی ایسا ہی مختلف فیہ ہے جیسا کہ خود اسلامی بینکاری کا مسئلہ ہے۔لہذا تکافل خود فی نفسہ معتبر نہیں۔

شرح سود کو معیار Benchmark بنانا:

بلاشبہ اسلامی بینک کا اپنے نفع کے تعین کے لیے شرح سود کو معیار بنانا پسندیدہ نہیں کیونکہ سطحی نظر سے دیکھنے والا شخص ان دونوں کے درمیان فرق نہیں سمجھ پاتا، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اگر بیع کے اندر اس کی تمام شرائط پوری کر دی جائیں تو محض نفع کے تعین کے لیے شرح سود کو بینچ مارک کے طور پر استعمال کرنے سے عقد ناجائز نہیں ہوا۔[45]

ایک اور بات سمجھنے کی یہ ہے کہ اسلامی بینکوں کی حیثیت عام دکانوں کی طرح نہیں ہوتی کہ جتنا جی میں آئے اتنا نفع لے بلکہ یہ بینک بھی فائنانشل مارکیٹ (Market Financial) کا حصہ ہیں، جس میں کہ نقود کی خرید و فروخت کی جاتی ہے۔اور یہ مارکیٹ معاشی نقطہ نظر سے (Competitive Market) ہے اس میں بائع (Price Makers) نہیں بلکہ (Price

---

[44] صمدانی، اسلامی بینکوں میں رائج مرابحۃ کا طریقہ کار، ۶۰

[45] ایضاً، ۱۰۹

(Takers) ہوتے ہیں[46]، یعنی کہ یہ ایسی مارکیٹ ہے کہ جس میں کوئی بھی بائع اپنی مرضی کے ریٹ نہیں لگا سکتا بلکہ اس میں اس کو مارکیٹ کے لگائے ہوئے ریٹ کی اتباع ہی کرنی پڑتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مارکیٹ میں اتنے بائع ہیں کہ اگر یہ قیمت اس سے تھوڑی سی بھی زیادہ کرے گا تو مشتری اس کے پاس سے ہٹ کر دوسروں کے پاس چلے جائیں گے اور اس کا (Market Share) کم ہو جائے گا اور اگر یہ اس قیمت سے کم کرے تو اس کو اپنا نقصان کرنا پڑے گا۔ اسی لیے اسلامی بینک بھی اب تک اسی روایتی بینکوں کے طے شدہ ریٹ پر ہی ان صارفین کے ساتھ معاہدہ کرتے ہیں، اور جب تک کہ سارے اسلامی بینک مل کر بھی اس مارکیٹ میں اس قدر حصہ حاصل نہیں کر لیتے تب تک وہ اس میں اپنا کوئی ریٹ نہیں چلا سکتے۔ آئندہ کے لیے ایک اسلامی شرح منافع کو بھی عمل میں لانے کا لائحہ تیار کیا جا رہا ہے۔

تبصرہ:

اس معیار کو اختیار کرنے کی وجہ جو بھی ہو لیکن ایک خالص سودی معیار کو اسلامی عقد کے لیے بنیاد قرار دینا اور اسے مد نظر رکھنا لوگوں کو سودی نظام کے اصل ہونے کا اشارہ دیتا ہے۔ لہذا اس (Benchmark) کے نام اور مشابہت کا چھوڑنا لازم ہے۔

وعدہ کو لازم قرار دینا:

چونکہ بینک عام دکانداروں کی طرح کہ سامان رکھ کر بیٹھ جائے اور آنے والے گاہکوں کو بیچتا رہے بلکہ وہ صرف اس وقت سامان خرید تا ہے جب کہ کوئی کسٹمر اس کے سامنے یہ ارادہ ظاہر کرتا ہے کہ میں آپ کے ذریعے سامان خریدنا چاہتا ہوں اس لیے بینک اس سے وعدہ لیتا ہے کہ تم اس سامان کو ضرور خریدو گے۔[47]

جہاں تک اس کے پورا کرنے کا تعلق ہے تو اس بارے میں تو سب فقہاء کا اجماع ہے کہ وعدہ کو پورا کرنا مکارم اخلاق میں سے ہے۔ اور بہت سے فقہاء حنفیہ نے ضرورت کے وقت وعدہ کو قضاء یعنی بذریعہ عدالت بھی پورا کرایا جا سکتا ہے[48]، اس مسئلہ کے حل کو بھی فقہ مالکی سے لیا گیا ہے۔[49]

---

[46] http://www.economicsonline.co.uk/Competitive_markets/Competitive_markets.html

[47] صمدانی، **اسلامی بینکوں میں رائج مرابحہ کا طریقہ کار**، ۱۲۹

[48] تفصیل کے لیے دیکھیے: مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، قاموس الفقہ، (کراچی، پاکستان: زمزم پبلشر زاردو بازار، ۲۰۱۱ء)، ۵: ۲۹۲

[49] عثمانی، **غیر سودی بینکاری**، ۱۵۸

بیع الکالی بالکالی سامان بھی ادھار اور قیمت بھی:

مرابحہ کی اس مروجہ صورت میں بیع الکالی بالکالی کی صورت کسی طرح صادق نہیں آتی اس لیے کہ جس موقع پر Facility Agreement کیا جاتا ہے اس موقع پر کسی قسم کی بیع منعقد نہیں ہوتی نہ ہی مرابحہ اس موقع پر Executeہوتا ہے، بلکہ اس موقع پر تو آئندہ کی جانے والی عقود کرنے کا وعدہ کیا جاتا ہے، اور جب یہ بیع ہی نہیں تو اس میں بیع الکالی بالکالی کا اعتراض کیسے کیا جاسکتا ہے۔

مرابحہ کا یہ طریقہ ایک نازک اور خطرناک حیلہ ہے:

مرابحہ کو بطور تمویل(Financing)کے اختیار کرنے کو حیلہ کہنے میں بھی دو رائے ہیں:

- بعض مجوزین نے تو اس کو حیلہ ماننے سے ہی انکار کر دیا ہے گویا کہ مرابحہ کا یہ طریقہ بھی در حقیقت ایک مشروع (یعنی شریعت میں بیان کیا گیا)طریقہ ہے جس کے ذریعہ سے بھی تمویل کی جاسکتی ہے۔[50]
- دوسری رائے مفتی تقی عثمانی کی ہے جو کہ انہوں نے اپنی کتاب غیر سودی بینکاری میں مفصل ذکر کی ہے اور وہ یہ ہے کہ مرابحہ کا مذکورہ طریقہ سودی قرضہ سے بچنے کے لیے ایک حل اختیار کیا گیا ہے کہ جس میں کہ بیع کے ذریعے سے سودی قرضہ سے بچا جاتا ہے اور دونوں فریقین کے درمیان کیا جانے والا معاہدہ حد جواز میں داخل ہو جاتا ہے۔ یہ ایک جائز حیلہ ہے، لیکن اس جگہ حیلے کے بارے میں شرعی اصول کو سمجھ لینا ضروری ہے۔ حیلوں کو مندرجہ ذیل تین قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

"وہ حیلے جن کا کرنا بھی ناجائز ہے اور اگر کوئی کرے تو ان کا اثر بھی ظاہر نہ ہو گا جو ان کا مقصود ہوتا ہے۔ یہ اس وقت ہوتا ہے کہ جب کہ کسی حرام چیز کی حقیقت میں تبدیلی لائے بغیر صرف ظاہری صورت کو تبدیل کرنے کی کوشش کی جائے۔ جیسا کہ یہودیوں کا حرام کردہ چربی کو پگھلا کر استعمال کرنا۔

حیلوں کی دوسری قسم وہ ہے کہ جس میں حیلہ کرنے والے کو اپنی بدنیتی کرنے کا گناہ ہوتا ہے لیکن اس نے جو گناہ کیا ہے اس کا اثر ظاہر ہو جاتا ہے جیسا کہ کوئی شخص سال مکمل ہونے سے پہلے اپنا مال اپنی بیوی کو ہبہ کر دے تا کہ اس پر زکوۃ واجب نہ ہو، اس صورت میں اس کو زکوۃ سے فرار حاصل کرنے کا گناہ ہو گا لیکن اس کے اس مال پر زکوۃ واجب نہ ہو گی۔

---

[50] مفتی ثاقب الدین، **اسلامی بینکاری اور متفقہ فتوے کا تجزیہ**،261،www.deeneislam.com۔

حیلہ کی تیسری قسم وہ ہے کہ جس میں حیلہ کرنا گناہ بھی نہیں ہوتا اور اس حیلہ کا شرعی اثر بھی ظاہر ہو جاتا ہے، یعنی جس مقصد کے لیے حیلہ کیا گیا تھا وہ مقصد بھی جائز طور پر حاصل ہو جاتا ہے۔ فقہائے احناف نے جو حیلے ذکر فرمائے ہیں وہ اسی قسم میں داخل ہیں۔"[51]

مزید لکھتے ہیں:

"اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ربا سے بچنے کے لیے اگر کوئی جائز حیلہ اختیار کیا جائے تو اس کو فقہائے حنفیہ نے بالکل جائز قرار دیا ہے۔ غیر سودی بینکاری میں کوئی ایسا حیلہ نہیں ہوتا جسے بیع عینہ کہا جا سکے یہاں تک کہ قلب الدین کے جو حیلے اوپر صراحۃ امام ابو حنیفہ اور امام محمد سے منقول ہیں، انہیں بھی غیر سودی بینکاری میں استعمال نہیں کیا جاتا، جو حیلے اختیار کیے گئے ہیں وہ سب شرعی جواز کی حدود میں رہ کر ہی اختیار کیے گئے ہیں اور انہیں ناجائز قرار دینا فقہائے کرامؒ کی مذکورہ بالا تصریحات کی روشنی میں درست نہیں۔"[52]

مذکورہ بالا عبارتوں سے یہ نتیجہ نکلا کہ اسلامی بینکاری میں اختیار کیا جانے والا حیلہ دراصل ربا سے بچنے کے لیے اختیار کیا جانے والا ایک جائز حیلہ ہے اگرچہ اس کا جواز کی حدود میں آ جانا بھی ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے، لیکن اس کا معمول بنانے اور پورے نظام کو اس پر لانے میں یہ خدشات ضرور ہیں:

- لوگ اصل کو چھوڑ کر انہی حیلوں کو اصل سمجھ کر اختیار کرنے لگیں اور اصل کا ذکر ہی متروک ہو جائے، جیسا کہ اسلامی بینکاری میں اصل شرکت اور مضاربت کا حجم معدوم نہیں تو بہت کم ضرور ہے۔
- نیز متنزہین کا ایک ایسا طبقہ جو اب تک سود کی مشابہت سے بھی بچنے کی کوشش کر رہا تھا وہ بھی اس میں شامل ہو گا اور متقین اور عوام کا فرق ختم ہو جائے گا۔
- جو حیلہ ایسا ہو کہ اس سے عوام کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو وہ بھی حرام ہے جیسے سود سے بچنے کے ایسے حیلے جن سے لوگ سود ہی کو حلال سمجھنے لگیں حرام ہے۔

التزام تصدق

تنگ دست مدیون کو تو مہلت دینی چاہیے:

---

[51] عثمانی، **غیر سودی بینکاری**، ۱۷۶۔۱۷۸

[52] ایضاً، ۲۰۸

اسلامی بینک Master/Facility agreement میں التزام تصدق کی یہ شق لکھتا ضرور ہے لیکن حتی الوسع اس التزام تصدق کی شق کو استعمال نہیں کرتا، تاکہ اس کا اپنا کسٹمر آئندہ کے لیے اس سے معاملات بند نہ کردے اور کسی بھی صورت میں اس کا کسٹمر اس کو باور کرادے کہ وہ واقعۃً تنگ دست ہے اور فی الحال اس کو ادائیگی کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہے تو بینک اس پر چیرٹی کال (اس تصدق کو لازم) نہیں کرتا۔

اسلامی بینکوں میں چیرٹی کال صرف حقوق العباد کی ادائیگی کے لیے ہی کرائی جاتی ہے کہ اس میں لاکھوں لوگوں کی جمع پونجی جمع ہوتی ہے[53]، اور ایسا کوئی بھی التزام Undertaking جو کہ کسی حق العبد کی ادائیگی کی یقین دہانی کے لیے کرایا جائے تو اس کو پورا کرنے کے لیے عدالت کا سہارا بھی لیا جاسکتا ہے، البتہ ایک شخص کا وہ التزام جو کہ وہ اپنے لیے ہی کرتا ہے کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو میں اتنا صدقہ کرونگا تو اس کی ادائیگی میں اس پر کسی عدالت کی جانب سے پابندی عائد نہیں کی جائے گیا ور یہاں اسلامی بینکاری میں اپنے لیے نہیں بلکہ صاحب حق کے حق کی ادائیگی کے لیے کرایا جاتا ہے۔[54]

ملاحظہ:

جب کہ بینک خود ایک فریق ہے یعنی ہ دائن ہے تو ایسی صورت میں بلا کسی ثالث کے وہ کیسے مدیون کے عذر کو قبول کرسکتا ہے۔ نیز بہر حال مالی جرمانہ کی کوئی صورت تو ہر معاملہ میں اختیار کی جاتی ہے اگرچہ اس کا استعمال نہ ہوتا ہو اور اس تصدق کی نوبت نہ آتی ہو، لیکن Contract میں اس مالی جرمانہ کی ایک صورت کی Clause (شق) تو ڈالی ہی جاتی ہے۔

مذہب غیر سے التزام تصدق کا حل:

شروع میں جب اسلامی بینکاری کا اجراء ہوا تو ایسی کوئی شرط نہیں تھی، تو لوگوں کی بھاری رقمیں واجب الاداء تھیں لوگوں نے اس کا بہت فائدہ اٹھایا لہذا التزام تصدق کے حل کو مالکی مذہب سے صرف اس مجبوری کی وجہ سے لیا گیا ہے کہ ہمارے معاشرے میں مدیون مماطلین (ٹال مٹول کرنے والے مقروضوں) کی بڑی کثرت ہے، اچھے اچھے لوگ بھی قرضہ ادا نہیں کرتے، نیز عدالتوں سے بھی بر وقت انصاف کی امید نہیں، لہذا ایسی مجبوری کی حالت میں ہی مدیون سے صدقہ کا التزام (Undertaking) کرایا جاتا ہے۔ یہ حل محض سہولت کے حصول کے لیے نہیں لیا گیا جیسا کہ مفقود الزوج (جس کا شوہر

---

[53] عثمانی، **غیر سودی بینکاری**، ۲۷۷

[54] صمدانی، **اسلامی بینکوں میں رائج مرابحۃ کا طریقہ کار**، ۱۱۷۔۱۲۱

غائب ہو جائے) ایسی عورت کے مسئلہ کے حل کے لیے بھی فقہ حنفی کو چھوڑ کر جمہور علماء نے مالکی مذہب سے حل لیا ہے۔ مفتی تقی عثمانی اپنی کتاب غیر سودی بینکاری میں فرماتے ہیں:

"خروج عن المذہب اس صورت میں ہوتا ہے ک حنفی فقہ میں کسی چیز کے عدم جواز کی صراحت موجود ہو اور پھر اور کسی مذہب سے جواز کا حکم نکالا جائے اور اگر اپنے مذہب میں کوئی مسئلہ صراحۃ مذکور نہ ہو یا اس کا اپنے مذہب کے کسی قاعدے کے عموم میں داخل ہونا ممکن یا مسکوت عنہ ہو اور کسی دوسرے مذہب میں اسکی صراحت مل جائے تو اس صورت میں اس مذہب میں استمداد صحیح معنی میں خروج عن المذہب نہیں ہے۔"[55]

آگے لکھتے ہیں:

"اگر بالفرض اس مسئلے کو حنفی مسلک کے خلاف سمجھا جائے تو بعض مالکی علماء کا قول موثوق علماء نے باہمی مشورے سے لیا ہے اور ضرورت کے وقت کسی دوسرے مذہب سے کوئی مسئلہ لینا کوئی ایسا شجرہ ممنوعہ نہیں جو کسی حالت میں جائز نہ ہو۔"[56]

"آگے کئی ایسی مثالیں ذکر فرمائی گئی ہیں جس میں کہ متاخرین علماء نے اس مسئلہ میں کئی دوسرے مذہب سے مسئلہ لیا ہے۔ نیز یہ بھی فرمایا ہے کہ ہم نے یہ مسئلہ انفرادی رائے سے نہیں بلکہ ایک فقہی مجلس تحقیق مسائل حاضرہ کے اجلاس میں پیش ہوا اور اس کی قرارداد معمولی اختلاف کے ساتھ منظور ہوئی۔"[57]

تبصرہ:

مدیون مماطلین یعنی ٹال مٹول کرنے والے مقروضوں کا حل یہ نہیں ہے کہ ان کو اس صدقہ کے طریقہ سے پابند کیا جائے بلک اس کا پائیدار اور اصل حل یہ ہے کہ مدیون کو خداخوفی کا درس دے کر اس کی اس بری عادت کو ختم کیا جائے۔

نیز مذہب غیر سے عند الضرورہ مسئلہ لینا درست ہے لیکن اس کے لیے کچھ شرائط ہیں، گزشتہ صدی میں جب فقہ مالکی سے مذکورہ مسئلہ کا حل لیا گیا تو ہندوستان بھر کے اکابر علماء اور مفتیاں کرام کی آراء اور اہل مذہب مالکی سے اس مسئلہ کی مکمل تحقیق کے بعد اس مسئلہ پر عمل کیا گیا۔ کیا ایسا ہی اہتمام اس مذکورہ شق کو اختیار کرتے ہوئے بھی کیا گیا ہے؟ اس کا جواب نفی میں نہ ہو تو اثبات میں بھی مشکل ہے۔

---

[55] عثمانی، **غیر سودی بینکاری**، ۲۸۱

[56] ایضاً، ۲۸۴

[57] ایضاً، ۲۹۵

نتیجہ بحث:

گزشتہ سطور میں مرابحہ موَجلہ کے طریقہ سے متعلق فریقین یعنی اس کے مجوزین اور مانعین علماء کے موَقف کو تفصیل سے پیش کیا گیا اور ان کے باہمی اختلاف کے نکات کی بھی نشاندہی کی گئی۔ گزشتہ بحث سے درج ذیل امور مستفاد ہوتے ہیں:

- مرابحہ موَجلہ تمویل کا ایک طریقہ ہے جس کو سودی قرضوں کے متبادل کے طور پر ایجاد کیا گیا ہے۔ جب کہ حقیقی مرابحہ بیع امانت کی ایک قسم ہے نہ کہ تمویلی طریقہ۔
- ملک کے بیشتر علماء کو اس طریقہ پر کئی فقہی اور تکنیکی اشکالات ہیں۔ جس کی بناء پر اس کو متفق علیہ طریقہ نہیں کہا جاسکتا۔
- مجوزین علماء کے ہاں بھی یہ کوئی مثالی طریقہ نہیں، بلکہ کئی احتیاطوں کے ساتھ اختیار کیا گیا ایک حیلہ ہے۔